

کتابِ دانیال - نمبر ایک سو اناسی

نصف شب کی پکار اور روم کا نبوتی کردار: کتابِ دانی ایل میں آخری ایام کا انکشاف

Jeff Pippenger

2024-04-09

ہم اب دانی ایل کی کتاب کے اعتبار سے ایک مقدس مقام پر ہیں، کیونکہ ہم اُن آیات تک پہنچ گئے ہیں جو ایک لاکھ چوالیس ہزار کے لیے آدھی رات کی پکار کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ آیات اُن علم برداروں کی مہر بندی کی بھی نشاندہی کرتی ہیں جنہیں بلند کیا جاتا ہے۔ یہی وہ آیات ہیں جو دانی ایل کی کتاب کے اُس حصے میں سے ہیں جو آخری ایام سے متعلق ہے اور جس کی مہر کھول دی گئی ہے، اور یہ یسوع مسیح کے مکاشفہ کے بارے میں دانی ایل کے اظہار کی نمائندگی کرتی ہیں، جو 'جب وقت نزدیک ہے' کھول دیا جاتا ہے، بالکل آیت سولہ میں مہلت کے بند ہونے سے ذرا پہلے۔

روم ہی وہ ہے جو رؤیا کو قائم کرتا ہے، جیسا کہ باب گیارہ کی آیت چودہ میں بیان کیا گیا ہے، اور اسی لیے جب ہم آیات گیارہ سے پندرہ تک گزرتے ہیں تو روم پر غور سے نظر ڈالنا اہم ہے، کیونکہ جہاں "رؤیا نہیں، لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں"، اور اگر تم یسعیاہ باب سات، آیات آٹھ اور نو پر ایمان نہ لاؤ تو "یقیناً تم قائم نہ رہو گے"۔

یوریاہ اسمتھ اپنی کتاب، Daniel and the Revelation، میں کم از کم چار مرتبہ ایک نبوی قاعدے کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ قاعدہ یہ متعین کرتا ہے کہ کسی نبوی قوت کی نبوت میں شناخت اُس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک وہ خدا کے لوگوں کے ساتھ "مربوط" نہ ہو جائے۔ پہلی مرتبہ وہ اس کا ذکر نبوی شہادت میں بابل کے تعارف کے سلسلے میں کرتا ہے۔

تفسیر کا ایک واضح اصول یہ ہے کہ جب قومیں خدا کے لوگوں کے ساتھ اس حد تک وابستہ ہو جائیں کہ مقدس تاریخ کے ریکارڈ کو مکمل کرنے کے لیے ان کا ذکر ناگزیر ہو جائے، تو ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ نبوت میں مذکور ہوں گی۔ اوریاہ اسمتھ، دانی ایل اور مکاشفہ، 46۔

کم از کم تین دیگر مواقع پر، اسمتھ اس اصول پر گفتگو کرتا ہے، اور تینوں میں وہ یہودیوں کے "اتحاد" کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن ایک حوالہ میں وہ اس اتحاد کے قیام کو 162 قبل مسیح قرار دیتا ہے، جبکہ باقی دو حوالہ جات جدید مؤرخین سے متفق ہیں، جو یہودیوں اور روم کے اس "اتحاد" کے قیام کو 161 قبل مسیح قرار دیتے ہیں۔

"قارئ کو یہ یاد دلانا غیر ضروری ہے کہ زمینی حکومتیں نبوت میں اُس وقت تک داخل نہیں کی جاتیں جب تک وہ کسی نہ کسی طور پر خدا کے لوگوں کے ساتھ مربوط نہ ہو جائیں۔ روم خدا کے اُن لوگوں یعنی اُس وقت کے یہودیوں کے ساتھ 161 ق م میں مشہور یہودی معاہدے کے ذریعے مربوط ہوا۔ 1 Maccabees: Josephus's Antiquities، کتاب 12، باب 10، حصہ 6؛ Prideaux، جلد 11، صفحہ 166۔ لیکن اس سے سات سال پہلے، یعنی 168 ق م میں، روم نے مقدونیاہ کو فتح کر لیا تھا، اور اُس ملک کو اپنی سلطنت کا حصہ بنا لیا تھا۔ لہذا روم نبوت میں عین اُس وقت داخل کیا گیا ہے جب وہ بکرے کے مفتوحہ مقدونیاہی سینگ میں سے نکل کر دوسری سمتوں میں نئی فتوحات کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پس نبی کو وہ یوں ظاہر ہوا، یا اس نبوت میں بجا طور پر اُس کا ذکر یوں کیا جا سکتا ہے، کہ وہ بکرے کے سینگوں میں سے ایک میں سے نکل رہا ہے۔" Uriah Smith، Daniel and the Revelation، 175

لیکن اسمتھ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ یہ 162 قبل مسیح تھا۔

”اسی قدرت کو سرزمین مقدس میں بھی قائم ہونا تھا اور اسے فنا کرنا تھا۔ روم 162 ق م میں عہد کے ذریعے خدا کے لوگوں، یہودیوں، کے ساتھ مربوط ہوا، اور اسی تاریخ سے وہ نبوی تقویم میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ تاہم، اس نے یہودیہ پر اختیار حقیقی فتح کے ذریعے 63 ق م تک حاصل نہ کیا؛ اور پھر یہ اس طرح ہوا۔“ — Uriah Smith, Daniel and the Revelation, 259

اور پھر جب وہ تیسری بار اس واقعے کا حوالہ دیتا ہے تو وہ دوبارہ 161 قبل مسیح کہتا ہے۔

”سلطنت کے دنیوی واقعات کے سلسلے میں ہمیں ستر ہفتوں کے اختتام تک لے آنے کے بعد، نبی آیت 23 میں ہمیں پھر اُس زمانے کی طرف واپس لے جاتا ہے جب 161 قبل مسیح میں یہودی معاہدے کے ذریعے رومی براہ راست خدا کے لوگوں سے مربوط ہوئے: اور پھر اُس نقطہ آغاز سے ہمیں واقعات کے ایک مستقیم سلسلے میں کلیسیا کی آخری فتح اور خدا کی ابدی بادشاہی کے قیام تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہودی، جو شامی بادشاہوں کے ہاتھوں نہایت سخت مظالم کا شکار تھے، روم میں ایک سفارت بھیجتے ہیں تاکہ رومیوں کی اعانت طلب کریں اور اپنے آپ کو اُن کے ساتھ ’دوستی اور اتحادی عہد‘ میں باندھ لیں۔ 1 مکابیوں 8: 234؛ Prideaux, II, 234؛ Josephus’s Antiquities, book 12, chapter 10, section 6 رومیوں نے یہودیوں کی درخواست پر توجہ دی اور اُن کے لیے ایک فرمان منظور کیا، جس کے الفاظ یہ تھے:—“

’یہودی قوم کے ساتھ امداد اور دوستی کے معاہدے کے بارے میں سینیٹ کا فرمان۔ جو لوگ رومیوں کے ماتحت ہیں، ان میں سے کسی کے لیے یہودی قوم کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی وہ ان کی مدد کریں گے جو ایسا کریں، خواہ انہیں غلہ، یا جہاز، یا رقم بھیج کر؛ اور اگر یہودیوں پر کوئی حملہ کیا جائے تو رومی جہاں تک وہ قادر ہوں ان کی مدد کریں گے؛ اور پھر، اگر رومیوں پر کوئی حملہ کیا جائے تو یہودی ان کی مدد کریں گے۔ اور اگر یہودی اس امدادی معاہدے میں کچھ اضافہ کرنا چاہیں یا اس میں سے کچھ کم کرنا چاہیں، تو وہ رومیوں کی مشترکہ رضامندی سے ہوگا۔ اور جو کچھ اس طرح اضافہ کیا جائے، وہ نافذ العمل ہوگا۔‘ یہ فرمان، ’یوسیفس کہتا ہے، ’یوحنا کے بیٹے ایوپولیمس اور الیعزر کے بیٹے یاسون نے لکھا تھا، جب یہوداہ قوم کا سردار کاہن تھا، اور اس کا بھائی شمعون فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور یہ پہلا معاہدہ تھا جو رومیوں نے یہودیوں کے ساتھ کیا، اور اس کا انتظام اسی طریق پر کیا گیا تھا۔‘ یوریا اسمتھ، ڈینیئل اینڈ دی ریویلیشن، 271

یہ میری ذمہ داری نہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ اسمتھ نے 162 قبل مسیح کا حوالہ کیوں دیا؛ میرا اندازہ صرف یہ ہے کہ وہ کتابتی غلطی تھی۔ میرا مدعا اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ وہ جسے یوں بیان کرتا ہے: ”تاویل کا ایک واضح اصول کہ جب قومیں خدا کی قوم کے ساتھ اس حد تک مربوط ہو جائیں کہ مقدس تاریخ کے ریکارڈ کو مکمل کرنے کے لیے ان کا ذکر ضروری ہو جائے، تو ہم توقع کر سکتے ہیں کہ نبوت میں ان کا ذکر ہوگا“—اس پر وہ خاص زور دیتا ہے۔ جب اسمتھ اس اصول پر زور دیتا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ روم 161 قبل مسیح میں آیت تئیس میں ”معاہدہ“ کے موقع پر خدا کی قوم سے مربوط ہوا، لیکن اسمتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ روم کو پہلی بار نبوی بیان میں 200 قبل مسیح میں متعارف کرایا گیا، یعنی 161 قبل مسیح سے انتالیس سال پہلے۔

اب ایک نئی قوت متعارف کرائی جاتی ہے—’تیری قوم کے لٹیرے؛‘ اور لفظاً، جیسا کہ بشپ نیوٹن کہتا ہے، ’تیری قوم کے توڑنے والے۔‘ دور، دریائے ٹائبر کے کناروں پر، ایک سلطنت بلند حوصلہ منصوبوں اور تاریک عزائم کے ساتھ اپنے آپ کو پروان چڑھا رہی تھی۔ ابتدا میں چھوٹی اور کمزور تھی، مگر حیرت انگیز تیزی سے قوت اور توانائی میں بڑھتی گئی، ادھر ادھر احتیاط سے ہاتھ بڑھا کر اپنی قوت آزماتی اور اپنے جنگجو بازو کی سختی پرکھتی رہی، یہاں تک کہ اپنی طاقت سے آگاہ ہو کر اس نے اقوام زمین کے درمیان بے باکی سے سر اٹھایا اور ناقابل شکست ہاتھ سے ان کے معاملات کی باگ سنبھال لی۔ اس کے بعد تاریخ کے صفحے پر روم کا نام ثبت ہو گیا، جسے طویل زمانوں تک دنیا کے امور پر قابو پانا تھا اور وقت کے اختتام تک اقوام کے درمیان زبردست اثر ڈالنا

تھا۔

”روم نے کلام کہا؛ اور شام اور مقدونیہ نے جلد ہی اپنے خواب کے منظر نامے پر ایک تبدیلی آتی ہوئی پائی۔ رومیوں نے مصر کے نوجوان بادشاہ کے حق میں مداخلت کی، اور یہ طے کر لیا کہ اسے اس تباہی سے محفوظ رکھا جائے جو انطیوخس اور فلپ نے اس کے لیے منصوبہ کی تھی۔ یہ 200 قبل مسیح تھا، اور شام اور مصر کے معاملات میں رومیوں کی پہلی اہم مداخلتوں میں سے ایک تھی۔“
Uriah Smith, Daniel and the Revelation, 256

روم کو پہلی بار 200 قبل مسیح میں نبوی بیانیے میں متعارف کرایا جاتا ہے، اور چودھویں آیت میں یہ تعارف دانی ایل کی پوری کتاب میں روم کا سب سے اہم حوالہ ہے، کیونکہ یہی وہ آیت ہے جو روم کو اس علامت کے طور پر متعین کرتی ہے جو رؤیا کی بنیاد رکھتی ہے۔ یہ کہ اسمتھ کیوں نبوت کے ایسے قاعدے پر زور دے کر 161 قبل مسیح کا حوالہ دیتا ہے، اور ساتھ ہی 200 قبل مسیح کو وہ نقطہ قرار دیتا ہے جہاں روم کی قوت "متعارف" ہوئی—یہ وہ مسئلہ نہیں جسے میں حل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے پاس کوئی ایسا سوال ہے جسے حل کرنے کی ضرورت ہو، تو وہ یہ ہے کہ اسمتھ کے متعین کردہ قاعدے کی درستی ہے یا نہیں۔ اگر وہ درست ہے، تو میں یہ استدلال کروں گا کہ چودھویں آیت کا یہودیوں کے ساتھ ایسا تعلق لازماً ہونا چاہیے جو 161 قبل مسیح کے معاہدے سے پہلے واقع ہوا ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ آیات تیرہ تا پندرہ کی تاریخ آخری ایام کی اُس تاریخ کی نشاندہی کرتی ہے جب پاپائی روم نبوتی تاریخ میں مداخلت کرتی ہے، اور وہ یہ کام ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ تعلق میں کرتی ہے، جو اُس تاریخ میں خدا کے لوگ ہیں۔ چونکہ یسوع ہمیشہ انجام کی مثال ابتدا سے دیتا ہے، اس لیے 200 قبل مسیح کا سال، جب بت پرست روم تاریخ میں داخل ہوا، اُس تاریخ میں خدا کے لوگوں کے ساتھ ضرور کوئی تعلق رکھتا ہوگا۔ لہذا میں اسمتھ کے قاعدے سے متفق ہوں، اگرچہ اسے 200 قبل مسیح میں روم اور یہودیوں کے درمیان کوئی براہ راست تعلق نہ ملا۔

آیات گیارہ اور بارہ جنگ رافیا کی فتح اور اس کے بعد کے حالات کو بیان کرتی ہیں، جو 217 قبل مسیح میں سلوکی سلطنت—جس کی قیادت اینطیوخس سوم میگنس، یعنی "عظیم"، کر رہا تھا—اور بطلمیوسی سلطنت مصر—جس کی قیادت بادشاہ بطلمیوس چہارم فیلوپیٹر کر رہا تھا—کے درمیان ہوئی۔ یہ جنگ قولہ-شام (جنوبی شام) اور جنوبی فلسطین پر کنٹرول کی کشمکش کے دوران پیش آئی، جو علاقے بطلمیوسی اور سلوکی سلطنتوں کے درمیان متنازع تھے۔ رافیا میں بطلمیوس چہارم فیلوپیٹر کی فتح نے اسے کچھ عرصے تک قولہ-شام اور جنوبی فلسطین پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے کے قابل بنایا۔

جنگ پانیوم، جو سترہ سال بعد 200 قبل مسیح میں پیش آئی، جسے جبل پانیوم کی جنگ یا پنیاس کی جنگ بھی کہا جاتا ہے، سلوکی سلطنت، جس کی قیادت بادشاہ انطیوخس سوم کر رہا تھا، اور مصر کی بطلمی سلطنت، جس کی قیادت بادشاہ بطلمیوس پنجم کر رہا تھا، کے درمیان لڑی گئی۔

اکتیس سال بعد، 167 قبل مسیح میں، بغاوتِ مکابی—جو سلوکی سلطنت کی یہودی مذہبی رسومات کو دبانے اور ہیلینستی ثقافت مسلط کرنے کی کوششوں کے خلاف ایک یہودی بغاوت تھی—یہودیہ کے خطے میں واقع چھوٹے قصبے مودعین میں شروع ہوئی، جو اب موجودہ اسرائیل میں ہے۔

زیر بحث واقعہ بدنام زمانہ یونانی سلوکی حکمران انطیوخس چہارم اپیفانیس سے متعلق ہے، جس نے یہودی آبادی پر سخت ہیلینستی قوانین و رسوم نافذ کیے تھے، جن میں یہودی مذہبی شعائر کی ادائیگی پر پابندی اور یروشلم کے پیکل کی بے حرمتی شامل تھی۔ اپنے فرامین کو نافذ کرنے کی کوشش میں، انطیوخس نے مختلف قصبوں اور دیہات میں نمائندے بھیجے تاکہ یہودی باشندوں کو اس کے

احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔

مودعین میں، سلوقی سلطنت کا ایک اہلکار بادشاہ کے فرمان کو نافذ کرنے کے لیے آیا اور یہودی باشندوں کو حکم دیا کہ وہ بت پرستانہ رسومات میں حصہ لیں اور یونانی دیوتاؤں کے حضور نذرانے پیش کریں۔ مطتھاس نامی ایک ضعیف العمر یہودی کاہن نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور قربانی پیش کرنے کے لیے آگے آنے والے ایک یہودی اور سلوقی اہلکار، دونوں کو قتل کر دیا۔ مطتھاس اور اس کے خاندان کی اس جرات مندانہ سرکشی نے سلوقی حکمرانی کے خلاف مکابی بغاوت کا آغاز کیا۔

مٹتھاس اور اس کے پانچ بیٹے، جن میں یہوداہ مکابی بھی شامل تھا، پہاڑی علاقوں کی طرف بھاگ گئے اور سیلوکی افواج کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کر دی۔ بالآخر یہ بغاوت قوت اور حمایت میں بڑھتی گئی، اور اس کے نتیجے میں سیلوکیوں کے خلاف فوجی فتوحات کا ایک سلسلہ برپا ہوا۔

۱۶۷ قبل مسیح میں مودین کے واقعات یہودی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ تھے، جنہوں نے مکابی بغاوت کے آغاز اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف مذہبی آزادی اور خودمختاری کی جدوجہد کو نشان زد کیا۔ یروشلم میں دوسرے بیگل کی ازسرنو تخصیص، جو حنوکاہ کے دوران منائے جانے والے تاریخی واقعے کی علامت ہے، ۱۶۴ قبل مسیح میں وقوع پذیر ہوئی، جو آیت تئیس کے ”معاہدہ“ سے تین سال پہلے تھا۔

یروشلم اور بیگل کو واپس حاصل کرنے کے بعد، مکابیوں نے بیگل کو مشرکانہ ناپاکیوں سے پاک کیا اور اسے اس کے صحیح مذہبی استعمال پر بحال کر دیا۔ روایت کے مطابق، انہیں مقدس تیل کی صرف ایک چھوٹی صراحی ملی، جو صرف ایک دن کے لیے مینورہ جلانے کو کافی تھی۔ درحقیقت اس واقعے کا کوئی ہم عصر تاریخی گواہ موجود نہیں، اور یہودیوں کی یہ حکایت ادبیات میں پہلی بار چھٹی صدی میں ملتی ہے۔ سسٹر وائٹ مرتد یہودی کلیسیا کا تقابل کیتھولک کلیسیا سے کرتی ہیں، بالخصوص اس بات پر زور دیتی ہیں کہ دونوں کلیسیائیں دین کی بنیاد انسانی رسوم و رواج اور روایات پر رکھتی ہیں۔ جس طرح پاپائی کلیسیا کی تاریخ میں بہت سے مختلف من گھڑت معجزات ملتے ہیں، اسی طرح ایک دن کے تیل کے آٹھ دن تک چلنے کی یہ حکایت بھی کسی تاریخی گواہی سے محروم ہے۔

دانی ایل باب گیارہ کی آیت دس، آیت چالیس کی تین لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی کی نشان دہی کرتی ہے، جنہیں میں پہلے تین سرد جنگوں کے طور پر، اور نیز تین نیابتی جنگوں کے طور پر متعین کر چکا ہوں۔ ایک بہن نے یوکرینی جنگ کو، جو ان تین جنگوں میں سے دوسری ہے، سرد جنگ قرار دینے پر سوال اٹھایا، کیونکہ جیسا کہ اس نے بجا طور پر نشان دہی کی، اس میں موت و ہلاکت کی فراوانی رہی ہے۔ جن امور کو میں گزشتہ مضامین میں ”سرد جنگ“ کی تین لڑائیوں کے طور پر بیان کرتا رہا ہوں، انہیں ان الفاظ میں اس لیے متعین کیا گیا تھا تاکہ ان تین لڑائیوں اور ان تین عالمی جنگوں کے درمیان امتیاز واضح کیا جائے جو مکاشفہ تیرہ کے زمینی درندے کی تاریخ کے دوران وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ یہ تینوں جنگیں نیابتی جنگیں ہیں اور انہیں اسی طور پر بھی متعین کیا گیا ہے۔

میں ان مضامین میں آئندہ سے ان تین لڑائیوں کی نشان دہی ”آیت چالیس کی تین لڑائیاں“ یا نیابتی جنگوں کے طور پر کروں گا، تاکہ ایک گرم جنگ کو سرد جنگ کے طور پر شناخت کرنے کے تضاد کو دور کیا جا سکے۔ میری تعریف کے مطابق، آیت چالیس کی تین لڑائیوں میں 1798 کی لڑائی شامل نہیں ہے، اگرچہ وہ آیت چالیس کا حصہ ہے، بلکہ اس سے مراد صرف وہ تین لڑائیاں ہیں جو 1989 میں وقتِ آخر سے لے کر آیت اکتالیس کے اتوار کے قانون تک واقع ہوتی ہیں۔ ان تین لڑائیوں کی زیادہ درست شناخت نیابتی جنگوں کے طور پر ہوتی ہے، جو شمال کے بادشاہ اور جنوب کے بادشاہ کے درمیان جنگ کے سیاق و سباق میں انجام پاتی ہیں، اور جو آیت چالیس کی تاریخ میں کیتھولکیت (شمال کا بادشاہ) اور اشتراکیت (جنوب کا بادشاہ) کے درمیان جنگ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ان تین جنگوں میں سے پہلی جنگ 1989 میں کمیونزم پر کیتھولک مذہب کی فتح کو ظاہر کرتی ہے، جب پاپائیت نے اپنی پراکسی فوج، یعنی ریاستہائے متحدہ، کے ساتھ مل کر 1989 میں سوویت یونین کا خاتمہ کر دیا، اگرچہ روس، جو سر (یا 'قلعہ') تھا، قائم رہا۔ موجودہ یوکرینی جنگ ایک بار پھر کیتھولک مذہب اور کمیونزم کے درمیان ایک معرکہ ہے، جس میں پاپائیت روس کے خلاف یوکرین کی حکومت کو اپنی پراکسی کے طور پر استعمال کر رہی ہے، اور پاپائیت کی سابقہ پراکسی طاقت، ریاستہائے متحدہ، نیز بقیہ عالمگیریت پسند مغربی دنیا کی حمایت بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ جنگ آیات گیارہ اور بارہ میں پیش کی گئی ہے، اور یہ بیان کرتی ہے کہ کمیونزم (روس) کیتھولک مذہب پر غالب آئے گا۔

ان تین نیابتی جنگوں میں سے تیسری جنگ آیت پندرہ میں جنگ پنیئم کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ یہ جنگ بطلمیوسی سلطنت (جنوب کے بادشاہ) اور سلوکی سلطنت (شمال کے بادشاہ) کے درمیان تھی۔ اس جنگ میں کیتھولکیت کی نیابتی فوج ایک بار پھر ریاستہائے متحدہ ہے۔

1989 کی پہلی جنگ میں، ریاستہائے متحدہ کے ریپبلکن سینگ کی نیابتی فوج کو پاپائیت نے سوویت یونین کے سیاسی ڈھانچے کو گرانے کے لیے استعمال کیا، جبکہ اس کا سر (روس) برقرار رکھا گیا۔ دوسری جنگ میں، جو یوکرینی جنگ ہے، نازیوں کی نیابتی فوج روس کے ہاتھوں شکست کھاتی ہے۔ تیسری جنگ میں ریاستہائے متحدہ، جو ایک بار پھر پاپائیت کی نیابتی فوج ہے، بادشاہ جنوب کو شکست دیتا ہے۔

تینوں جنگیں "سچائی" کی چھاپ رکھتی ہیں، اور پہلی اور آخری جنگیں امریکہ کی فاتح نیابتی فوج کے ذریعے لڑی گئیں۔ پہلی جنگ میں بادشاہ جنوب کا سربراہ برقرار رہا، اور تیسری جنگ میں امریکہ کی نیابتی فوج بادشاہ جنوب کی سربراہی سنبھال لیتی ہے۔ دوسری نیابتی فوج دوسری جنگ عظیم میں پاپائیت کی نیابتی فوج بھی تھی۔ دونوں مواقع پر نازیت کی نیابتی فوج شکست کھا چکی تھی اور شکست کھائے گی۔ پاپائیت آیت سولہ سے پہلے اپنے تمام دشمنوں کو مکمل طور پر مغلوب کر لیتی ہے، جب سے گانہ اتحاد مکمل ہو جاتا ہے۔

بطلمیوس [پوتن] اپنی فتح سے اچھا فائدہ اٹھانے کی دانائی سے محروم تھا۔ اگر وہ اپنی کامیابی کو آگے بڑھاتا تو غالباً وہ انطیوخس کی پوری سلطنت کا مالک بن جاتا؛ مگر چند ایک وعیدیں اور چند دھمکیاں دے کر ہی مطمئن ہو کر اس نے صلح کر لی تاکہ وہ اپنی حیوانی خواہشات کی مسلسل اور بے لگام لذت اندوزی کے سپرد ہو سکے۔ یوں دشمنوں کو فتح کر لینے کے بعد وہ اپنے رذائل سے مغلوب ہو گیا، اور اس عظیم نام کو فراموش کر کے جو وہ قائم کر سکتا تھا، اس نے اپنا وقت عیش و نوش اور فحاشی میں گزارا۔

اس کی کامیابی پر اس کا دل پھول گیا، لیکن اس سے اسے کوئی تقویت نہ ملی؛ کیونکہ اس کامیابی کے نامحمود استعمال نے اس کی اپنی رعایا کو اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔

اس بات کی ایک دوسری گواہی کہ پوتن کی فتح اس کے انجام کی نشاندہی کرتی ہے، جنوبی مملکت یہوداہ کے بادشاہ عزیاہ کے ساتھ ہے، جس کا دل بھی اپنی عسکری فتوحات سے مغرور ہو گیا، اور بعد ازاں، بطلمیوس کی طرح، اس نے مقدس مقام میں کاہنوں کا کام انجام دینے کی کوشش کی، تو اسے جزام لاحق ہوا اور فوراً اقتدار سے معزول کر دیا گیا۔ یوکرین کی جنگ میں پوتن کی فتح، بطور بادشاہ جنوب (الحاد کا بادشاہ)، اس کے انجام کی ابتدا کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا انجام آیت چالیس کے نبوی بادشاہ جنوب (فرانس) کے آغاز سے مماثل کیا گیا، جس نے ایک ایسے انقلاب کی نشاندہی کی جس نے قیادت کا تختہ الٹ دیا، جیسا کہ بطلمیوس کے ساتھ ہوا تھا۔ پوتن کے انجام کی عکاسی سویت یونین کے خاتمے سے بھی ہوتی ہے، جہاں قائد (گورباچوف) نے سویت یونین کو تحلیل کر دیا اور فوراً اقوام متحدہ میں ملازمت اختیار کر لی، جو آخری زمانے کے عالمگیریت پسند الحاد کی علامت ہے، یعنی بادشاہ جنوب۔ یوکرین میں پوتن کی فتح کے بعد، وہ واٹرلو میں نپولین اور اس کے بعد آنے والی جلاوطنی کی مثال بھی بنتا ہے؛ اور اسی طرح بادشاہ عزیاہ، جسے جزام لاحق ہوا، اور اس کے بعد کی

جلاوطنی؛ نیز بطليموس کا شراب نوشی میں ڈوبا ہوا انجام اور 1989 میں سویت یونین کا خاتمہ۔

پانیئم کی لڑائی 200 قبل مسیح میں واقع ہوئی، اور عین اسی سال روم تاریخ میں علانیہ مداخلت کرتا ہے۔ نبوتی بیانیے میں اُن کا یہ داخلہ آیت سولہ میں ممثّل یروشلم کی فتح سے پہلے آتا ہے، جو 63 قبل مسیح میں پوری ہوئی، اُس وقت جب اُس نے یہ اعلان کیا کہ وہ مصر میں طفل بادشاہ کا محافظ ہے۔ آیت چالیس کی تیسری لڑائی میں، جس میں شمال اور جنوب کے بادشاہ شامل ہیں، پاپائیت ایک بار پھر تاریخ میں خود کو داخل کرے گی، اور روس کے محافظ ہونے کا بہانہ کرے گی۔ اسی وقت، نمونہ میں، سلوکس نے پانیئم کی لڑائی میں بطليموس کو شکست دی، یوں یہ متعین کرتے ہوئے کہ متحدہ ریاستہائے متحدہ، جو آیت چالیس کی پہلی اور آخری لڑائیوں میں پاپائیت کی نیابتی فوج ہے، ”مصر“ (جنوب کے بادشاہ) کو شکست دیتی ہے۔

200 قبل مسیح میں، ہم علامتی طور پر پاپائیت کو دیکھتے ہیں، جب صور کی کسبی آیت سولہ کے اتوار کے قانون پر ہونے والے سہ گانہ اتحاد سے پہلے ہی اپنی زناکاری کے گیت گانے لگتی ہے۔ اسی وقت ریاستہائے متحدہ اقوام متحدہ پر غالب آجاتا ہے، اور یوں دس بادشاہوں میں سرکردہ بادشاہ کی حیثیت کو مستحکم کر لیتا ہے۔ سہ گانہ اتحاد کے وہ تمام عوامل جو اتوار کے قانون پر مکمل ہوتے ہیں، آیت سولہ سے پہلے ہی طے پا چکے ہوتے ہیں۔

اژدھائی قوت کی سیاسی ساخت، جس کی نمائندگی اقوام متحدہ کرتی ہے، آیت سولہ میں اس بات پر متفق ہوتی ہے کہ وہ اپنی سیاسی ساخت درندے کے حوالے کر دے، مگر اس سے پہلے پاپائیت اژدھے کے مذہب کو فتح کر لیتی ہے۔ بت پرستی کو ایک بار پھر ہٹا دیا جانا چاہیے۔ ریگن کے دور میں، آیت چالیس کی پہلی لڑائی میں، پروٹسٹنٹ ازم کو ہٹا دیا گیا، اور آخری ریپبلکن صدر کے زمانے میں اژدھے کے مذہب کو بھی کیتھولک مذہب کے تابع کر دیا جائے گا، جیسا کہ سن 508 میں تھا۔ پاپائیت کو تخت پر بٹھانے کے لیے کسی بھی مذہبی مزاحمت کو دور کرنے کا عمل ریگن کے دور میں شروع ہوا تھا، اور یہ ٹرمپ کے دور میں ختم ہوتا ہے۔ کیتھولک مذہب کے خلاف منحرف پروٹسٹنٹ ازم کی مزاحمت آیت چالیس کی پہلی لڑائی میں ہٹا دی گئی، اور روح پرستی کی مزاحمت آیت چالیس کی آخری لڑائی میں ہٹا دی جائے گی۔

انسانی واقعات کی اسی پیچیدہ باہمی تعامل میں، مرتد پروٹسٹنٹ ازم کو مکاشفہ باب سترہ کے دس بادشاہوں پر مذہبی اور سیاسی اختیار کی حیثیت سے خود کو قائم کرنا ہوگا۔ چنانچہ، پانیئم کی جنگ اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ کب ریاست ہائے متحدہ اقوام متحدہ پر غالب آتی ہے، آیت سولہ کے اتوار کے قانون سے عین پہلے۔

نبوت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اژدہا، حیوان، اور جھوٹا نبی—ہر ایک کی اپنی مخصوص نبوی خصوصیات ہیں۔ انہی نبوی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ حیوان (کیتھولک ازم) نبوتی طور پر ہمیشہ شہر روم میں واقع ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی نبوتی طور پر ہمیشہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں واقع ہوتا ہے۔ لیکن اژدھے کے ساتھ، اژدھے کے نبوتی محل وقوع کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اژدہا آسمان میں شروع ہوا، پھر باغ عدن میں آیا، اور بالآخر اژدہا مصر میں واقع ہوتا ہے۔

بول اور کہہ: خداوند خدا یوں فرماتا ہے: دیکھ، میں تیرے مخالف ہوں، اے فرعون بادشاہ مصر، تو وہ بڑا اژدہا ہے جو اپنی نہروں کے بیچ لیٹا ہوا ہے، جس نے کہا ہے، میرا دریا میرا ہی ہے، اور میں نے اسے اپنے لیے بنایا ہے۔ حزقی ایل 29:3

اژدہا کا نبوتی مقام بدلتا رہتا ہے۔ یوحنا کے زمانے میں اژدہا کی کرسی، جو اس کے تخت کی نمائندگی کرتی ہے، پرگامس میں واقع ہونے کی نشان دہی کی گئی تھی۔

اور پرگامس کی کلیسیا کے فرشتے کو لکھ؛ یہ باتیں وہ فرماتا ہے جس کے پاس تیز دو دھاری تلوار ہے؛ میں تیرے اعمال اور جہاں تو رہتا ہے، یعنی جہاں شیطان کا تخت ہے، جانتا ہوں؛ اور تو میرے نام پر قائم رہا ہے اور میرے ایمان سے انکار نہیں کیا؛ بلکہ ان دنوں میں بھی نہیں جب میرا وفادار گواہ انتپاس تم میں قتل کیا گیا تھا، جہاں شیطان سکونت کرتا ہے۔ مکاشفہ ۲:۱۲، ۱۳۔

مشرکانہ روم کا طریق عمل یہ تھا کہ جن جن مشرکانہ معبودوں سے ان کا تعلق قائم ہوتا، ان سب کو شہر روم میں لے آئے اور پینتھیون بیکل میں ان کی نمائندگی کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ دانی ایل درج کرتا ہے کہ "اس کے مقدس کی جگہ ڈھا دی گئی۔" مشرکانہ روم کے مقدس کی جگہ شہر روم تھا، جسے قسطنطین نے سن 330 میں معزول کر دیا، لیکن وہ مقدس جو روم کے "اندر" تھا، پینتھیون بیکل تھا، Pan-Theon کے معنی ہیں، "تمام خداؤں کا بیکل۔" رومیوں نے شیطان کی مسند کا مقام پرگامس سے منتقل کر کے پینتھیون بیکل میں کر دیا۔ سسٹر وائٹ ہمیں آگاہ کرتی ہیں کہ مشرکانہ روم ہی اڑدبا ہے۔ "پس اڑدبا، اگرچہ بنیادی طور پر شیطان کی نمائندگی کرتا ہے، تاہم ثانوی مفہوم میں وہ مشرکانہ روم کی علامت بھی ہے۔" The Great Controversy, 439.

بت پرست روم دس اقوام میں تقسیم ہوا، اور جب فرانس نے فرانسیسی انقلاب کے دوران مصر کی دہریت متعارف کرائی تو وہ جنوب کا بادشاہ بن گیا۔ 1917 تک اڑدبا فرانس سے روس منتقل ہو چکا تھا۔ آیت دس 1989 کی نمائندگی کرتی ہے، اور آیات گیارہ اور بارہ "سرحدی خط" کی لڑائیوں (رافیا اور یوکرین) کی نمائندگی کرتی ہیں، اور پانیوم کی جنگ اُس تیسرے قدم کی نمائندگی کرتی ہے جو پاپائیت آیت سولہ میں سہ گانہ اتحاد کو یقینی بناتے ہوئے اٹھاتی ہے۔ یہ آیت چالیس کی پوشیدہ تاریخ کی نمائندگی کرتی ہے۔

ہم اس مطالعے کو اگلے مضمون میں جاری رکھیں گے۔

جب یسوع قیصریہ فلپی [پانیوم] کی حدود میں آیا تو اُس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: لوگ کیا کہتے ہیں کہ میں، ابن آدم، کون ہوں؟ انہوں نے کہا، کچھ کہتے ہیں کہ تو یحییٰ بپتسمہ دینے والا ہے؛ کچھ ایلیاہ؛ اور کچھ، یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی ایک۔ اُس نے ان سے کہا، مگر تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں؟ شمعون پطرس نے جواب میں کہا، تو مسیح ہے، خدا! زندہ کا بیٹا۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا، مبارک ہے تو، شمعون بر یونا، کیونکہ یہ بات تجھے جسیم و خون نے نہیں بلکہ میرے آسمانی باپ نے ظاہر کی ہے۔ اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے، اور اسی چٹان پر میں اپنی کلیسیا بناؤں گا، اور پاتال کے دروازے اُس پر غالب نہ آئیں گے۔ اور میں تجھے آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں دوں گا، اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھا جائے گا، اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھولا جائے گا۔ تب اُس نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی سے نہ کہیں کہ وہ یسوع مسیح ہے۔ اس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو دکھانے لگا کہ اُسے یروشلم جانا لازم ہے، اور بزرگوں، سردار کابنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت کچھ دکھ اٹھانا، اور قتل کیا جانا، اور تیسرے دن پھر زندہ کیا جانا ہے۔ متی 16:13-21.